# مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۴

## (یتیم پوتے وغیرہ کی میراث)

## اسلامی احکام کی روشنی میں تحقیقی جائزہ (تیسری قسط)

ڈاکٹر مولانا انعام اللہ
چیف ریسرچ آفیسر اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد

### دوسری صورت

یتیم پوتی دادا کی وارث بن جائے، جبکہ اس کی پھوپھی یعنی دادا کی بیٹی موجود ہو، اور دادا کی بہن بھی موجود ہو۔

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ دادا کی وفات کے وقت اس کے رشتہ داروں میں بیٹی، بہن اور یتیم پوتی موجود ہیں تو عائلی قوانین کی دفعہ وراثت کی رو سے پوتے کو دادا کے مال میں سے اپنے مرحوم والد کا پورا حصہ مل جائے گا، جو بیٹی کے حصہ کا دگنا ہوگا، اس لیے کہ ''لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَیَیْنِ'' میں یہی حکم ہے۔ یوں پوتی کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ مل جائے گا، جبکہ بہن محروم رہ جائے گی۔

جبکہ شریعتِ مطہرہ کی رو سے کل مال کا آدھا بیٹی کو مل جائے گا، سدس (چھٹا حصہ) پوتی کو مل جائے گا اور باقی ماندہ حقیقی بہن کو مل جائے گا۔ ظاہر ہے کہ دونوں تقسیمیں ایک دوسرے کے بالکل برعکس ہیں۔ بہرحال اس تقسیم کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی حسبِ ذیل حدیث شریف ہے:

''عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ، قَالَ: سُئِلَ أَبُوْ مُوْسٰى عَنْ بِنْتٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَأُخْتٍ، فَقَالَ: لِلْبِنْتِ النِّصْفُ، وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ، وَأْتِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ، فَسَيُتَابِعُنِيْ، فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ، وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِيْ مُوْسٰى فَقَالَ: لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ، أَقْضِيْ فِيْهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلْابْنَةِ النِّصْفُ، وَلِابْنَةِ ابْنٍ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ فَأَتَيْنَا أَبَا مُوْسٰى فَأَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، فَقَالَ: لَا تَسْأَلُوْنِيْ مَا دَامَ هٰذَا الْحِبْرُ فِيْكُمْ.''(۱)

’’ہزیل بن شرحبیلؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بیٹی، پوتی اور بہن وارث ہوں (تو کتنا حصہ ملے گا؟) فرمایا: آدھا بیٹی کو اور آدھا بہن کو مل جائے گا۔ (اور سائل سے کہا کہ): ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جائیے، وہ ضرور میری موافقت کریں گے۔ جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا، اور ان کو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قول بھی بتایا گیا، تو آپؓ نے فرمایا: (اگر میں بھی یہی بات کروں تو) پھر تو میں گمراہ ہوجاؤں گا اور ہدایت پر نہیں رہوں گا۔ میں وہی فیصلہ کروں گا جو نبی اکرم ﷺ نے کیا ہے: ’’بیٹی کو آدھا اور پوتی کو چھٹا ملے گا، تاکہ دوثلث مکمل ہوجائیں اور باقی ماندہ بہن کو ملے گا‘‘ تو ہم ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول بتایا، تو (اپنے قول سے رجوع کرتے ہوئے) فرمایا: جب تک یہ بڑا عالم تمہارے اندر موجود رہے، تم مجھ سے نہ پوچھا کرو۔‘‘

اس حدیث شریف میں رسول ﷺ کا فیصلہ صراحتاً معلوم ہوگیا کہ صلبی بیٹی کی موجودگی میں پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا، اور بہن عصبہ ہوگی، یعنی ان دونوں کا حصہ دینے کے بعد جو بچے گا وہ بہن کو ملے گا، بیٹی کی موجودگی میں بہن کا عصبہ ہونا اجماعی مسئلہ ہے۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’فِيْ هٰذَا بَيَانُ أَنَّ الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةٌ وَهُوَ قَوْلُ جَمَاعَةِ الصَّحَابَةِؓ وَالتَّابِعِيْنَ وَعَامَّةِ فُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ.‘‘(۲)

’’اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ بہنیں بیٹوں کی موجودگی میں عصبہ ہوتی ہیں اور یہ صحابہؓ، تابعینؒ اور تمام فقہاء امصار کا قول ہے۔‘‘

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نقل کرتے ہیں:

’’بَابٌ: مِيْرَاثُ الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةٌ: عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: قَضَى فِيْنَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلنِّصْفُ لِلْاِبْنَةِ وَالنِّصْفُ لِلْأُخْتِ.‘‘(۳)

’’بہنوں کی میراث، بیٹوں کے ساتھ عصبہ ہوتی ہیں۔ اسودؒ سے روایت ہے، فرمایا کہ عہدِ رسالت میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ آدھا بیٹی کو ملے گا اور آدھا بہن کو ملے گا۔‘‘

قاعدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کسی صحابیؓ کا فیصلہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے، جو حدیثِ تقریری کہلاتی ہے، چنانچہ اس مسئلے میں بھی فقہاء کا اجماع ہے۔ عبارات ملاحظہ ہوں:

**فقہ حنفی:**

’’فَإِنَّ الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةٌ فَيَكُوْنُ لِلْأُخْتِ مَا بَقِيَ.‘‘(۴)

’’بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہوتی ہیں، پس بہن کو باقی ماندہ ملے گا۔‘‘

### فقہ مالکی

’’وَالْأَخَوَاتُ الشَّقَائِقُ وَلِلْأَبِ عَصَبَةٌ مَعَ الْبَنَاتِ.‘‘(۵)

’’سگی بہنیں اور علاتی (باپ شریک) بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہوتی ہیں۔‘‘

### فقہ شافعی

’’قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی: ’’ وَلِلْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ مَا بَقِيَ إِنْ بَقِيَ شَيْءٌ وَإِلَّا فَلَا شَيْءَ لَهُنَّ وَيُسَمَّيْنَ بِذٰلِکَ عَصَبَةَ الْبَنَاتِ ‘‘ قَالَ الْمَاوَرْدِيُّ: ...الْأَخَوَاتُ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةٌ لَا يُفْرَضُ لَهُنَّ وَيَرِثْنَ مَا بَقِيَ بَعْدَ فَرْضِ الْبَنَاتِ.‘‘(۶)

’’امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بیٹیوں کے ساتھ بہنیں آجائیں، تو ان کو باقی ماندہ ملے گا، اگر باقی ماندہ ہو، ورنہ ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس طرح ان کو عصبۃ البنات کہا جاتا ہے۔ ماوردی فرماتے ہیں: بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہیں، جن کا حصہ مقرر نہیں، وہ بیٹیوں کے مقررہ حصے کے بعد باقی ماندہ کی وارث ہوتی ہیں۔‘‘

### فقہ حنبلی

’’وَإِنِ اجْتَمَعَ الْأَخَوَاتُ مَعَ الْبَنَاتِ، صَارَ الْأَخَوَاتُ عَصَبَةً، لَهُنَّ مَا فَضُلَ.‘‘(۷)

’’اگر بیٹیوں کے ساتھ بہنیں جمع ہوجائیں، تو بہنیں عصبہ بن جاتی ہیں، ان کو باقی ماندہ ملتا ہے۔‘‘

حاصل یہ ہوا کہ قرآن وسنت کی نصوص اور فتاویٰ صحابہؓ کی روشنی میں منعقد ہونے والے اجماعِ اُمت کے مطابق تو زیرِ بحث صورت میں پوتی کو سدس (چھٹا) حصہ ملتا ہے اور بہن بھی وارث ہوتی ہے، لیکن عائلی قوانین کی دفعہ ۴ کے مطابق پوتی کو حصے، یعنی بیٹی سے بھی زیادہ ملے گا، اور بہن محروم ہوگی، لہٰذا اس حیثیت سے بھی دفعہ ۴ شرعی احکام سے بالکلیہ متصادم ہے۔

## تیسری صورت

یتیم نواسے/ نواسیاں نانا کے مال میں وارث بن جائیں، جبکہ ان کے ماموں/ خالہ یعنی نانا کی صلبی اولاد موجود ہو۔

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوجائے، اس کے رشتہ داروں میں صلبی اولاد بیٹے/ بیٹیاں موجود ہوں اور یتیم نواسے/ نواسیاں بھی موجود ہوں، تو عائلی قوانین کی دفعہ کی رو سے نواسوں/ نواسیوں کو میراث ملے گی، جس کی مقدار یہ ہوگی کہ اگر ان کی والدہ حیات ہوتی، اس کو اپنے والد کے مال میں سے جتنا حصہ ملتا، مثلاً بھائیوں سے نصف، تو یہ حصہ اب اس کے بچوں، یعنی مرنے والے کے نواسوں/ نواسیوں کو ملے گا۔

جبکہ شریعتِ مطہرہ کی رو سے اس صورت میں نواسے/نواسیاں وارث نہیں ٹھہرتے، اس لیے کہ وہ نہ تو ذوی الفروض ہیں، جن کا حصہ قرآن میں مقرر ہے اور نہ عصبات ہیں کہ وہ باقی ماندہ کے وارث بنیں، بلکہ ذوی الارحام ہیں۔ اور ذوی الارحام کے وارث بننے کے حوالے سے دو قول ہیں:

ایک قول حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے کہ ذوی الأرحام کسی صورت میں وارث نہیں ہوتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اور فقہاء میں سے امام مالکؒ و امام شافعیؒ نے یہی قول اختیار کیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ آیات المواریث میں ذوی الفروض وعصبات کی میراث کا ذکر تو ہے، لیکن ذوی الارحام کا ذکر نہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوی الارحام وارث نہیں۔

دوسرا قول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے، جس کے مطابق ذوی الفروض اور عصبات کے موجود نہ ہونے کی صورت میں ذوی الأرحام وارث بنتے ہیں۔ اس قول کو صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت اور فقہاء میں سے ائمہ احناف نے لیا ہے۔ اس قول کی بنیاد سورۂ انفال کی حسب ذیل آیتِ کریمہ ہے:

''وَأُولُوْ الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ.''(۸)

''ناتے والے (رشتے دار) آپس میں حقدار زیادہ ہیں ایک دوسرے کے اللہ کے حکم میں۔''

چند احادیث سے بھی استدلال کیا گیا۔ (۹)

بہرحال جس قول کے مطابق ذوی الارحام وارث بنتے ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ذوی الفروض (سوائے زوجین کے) اور عصبات موجود نہ ہونے کی صورت میں ذوی الارحام وارث بنتے ہیں۔ ''الدر المختار'' میں ہے:

''بَابُ تَوْرِيْثِ ذَوِی الْأَرْحَامِ (هُوَ كُلُّ قَرِيْبٍ لَيْسَ بِذِیْ سَهْمٍ وَلَا عَصَبَةٍ) فَهُوَ قِسْمٌ ثَالِثٌ حِيْنَئِذٍ (وَلَا يَرِثُ مَعَ ذِیْ سَهْمٍ وَلَا عَصَبَةٍ سِوَى الزَّوْجَيْنِ) لِعَدَمِ الرَّدِّ عَلَيْهِمَا. فَهُمْ أَرْبَعَةُ أَصْنَافٍ جُزْءُ الْمَيِّتِ، ثُمَّ أَصْلُهُ ثُمَّ جُزْءُ أَبَوَيْهِ ثُمَّ جُزْءُ جَدَّيْهِ.''(۱۰)

''باب: ذوی الارحام کا وارث بننا: ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں، جو ذوی الفروض اور عصبہ میں سے نہ ہوں۔ یہ تیسری قسم ہے۔ ذوی الارحام' ذوی الفروض اور عصبہ کے ساتھ وارث نہیں بنتے، سوائے زوجین کے (کہ ان کے ساتھ وارث بنتے ہیں) اس لیے زوجین پر رد نہیں ہوتا۔ ذوی الارحام چار قسم پر ہیں: ۱:- میت کا جزء، ۲:- میت کا اصل، ۳:- میت کے والدین کا جزء، ۴:- والدین کے دادا یا دادی کا جزء۔''

اب تک کی بیان کردہ تفصیل کا حاصل یہ ہوا کہ دفعہ ۴ ''وراثت'' کو درست ماننے کی صورت میں عملی طور پر تین صورتیں ممکن ہیں۔ ان میں سے ہر صورت کے متعلق قرآن وسنت کے احکام کچھ اور

ہیں، جبکہ دفعہ۴ کی رُو سے اس کے احکام بالکل بدل جاتے ہیں، اس لیے اس دفعہ کوتسلیم کرنے کی صورت میں ان تمام شرعی احکام کو پسِ پشت ڈالنا ہوگا۔ لہٰذا اس دفعہ کے مطابق میراث کی تقسیم قرآن وسنت میں تحریف کے مترادف ہے، جو انتہائی خطرناک عمل ہے۔

علاوہ ازیں! میراث کے دیگر کئی اصول اور شرعی احکام ہیں۔ اس دفعہ پر عمل کرنے کی صورت میں ان تمام اصول واحکام کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

## کتاب وسنت سے ماخوذ احکامِ میراث کے بنیادی اُصول

پہلا اصل: مورث کی وفات کے وقت زندہ موجود ورثاء وارث ہوتے ہیں۔

دوسرا اصل: ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہوتا ہے۔

تیسرا اصل: صلبی اولاد کی طرح دوسرے رشتہ دار بھی وارث ہوتے ہیں۔

چوتھا اصل: ہر وارث وارث ہوتا ہے، خواہ اس کی اولاد ہو یا نہ ہو۔

### متذکرہ بالا اُصول کی توضیح وتشریح

**پہلا اصل:** مورث کی وفات کے وقت زندہ موجود ورثاء وارث ہوتے ہیں۔

اس اصول کے دو جزء ہیں:

الف:- کسی شخص کا مال وفات کے وقت میراث بنتا ہے، وفات سے پہلے نہیں۔

ب:- زندہ موجود رشتہ داروں کا میراث میں حصہ ہوتا ہے، وفات شدگان کا نہیں۔ یہ اصول درج ذیل آیاتِ خداوندی میں بیان ہوا ہے:

**’’إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَّلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ.‘‘(۱۱)**

’’اگر کوئی مرد مر گیا اور اس کا بیٹا نہیں اور اس کی ایک بہن ہے تو اس کو پہنچے آدھا اس کا جو چھوڑ ا اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ ہو اس کے بیٹا۔‘‘

**’’وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ.‘‘(۱۲)**

’’تمہارا ہے آدھا مال جو کہ چھوڑ مریں تمہاری عورتیں اگر نہ ہو ان کے اولاد اور اگر ان کے اولاد ہے تو تمہارے واسطے چوتھائی ہے اس میں سے جو چھوڑ گئیں بعد وصیت کے جو کر گئیں یا بعد قرض کے، اور عورتوں کے لیے چوتھائی مال ہے اس میں سے جو چھوڑ مرو تم اگر نہ ہو تمہاری اولاد، اور اگر تمہاری اولاد ہے تو ان کے لیے آٹھواں حصہ ہے اس میں سے جو کچھ تم نے چھوڑا۔‘‘

ان آیاتِ کریمہ میں دو امر مذکور ہیں: پہلا یہ کہ: یہاں تین کلمات استعمال ہوئے ہیں: ا:-**هلک**،۲:-ترک،۳:-ترکتم، جس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی آدمی مرجائے اور مال چھوڑ جائے تو اس میں کسی وارث کو نصف یا ربع ملے گا، گویا جب تک کوئی شخص زندہ ہے اس کے مال میں کسی وارث اور رشتہ دار کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

دوسرا یہ کہ: زندہ موجود رشتہ داروں کا حصہ بیان کیا گیا ہے، یعنی ''**وَلَهَا أُخْتٌ**'' (اس کی بہن ہو) ''**وَلَكُمْ نِصفُ**'' اور ''**وَلَهُنَّ الرُّبُعُ**''۔ جبکہ ''**إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ**'' اور ''**إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ**'' اور ''**إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ**'' میں تین مرتبہ کہا گیا ہے کہ اولاد نہ ہو۔ اس میں یہ صراحت ہے کہ غیر موجود اولاد (خواہ پیدا ہی نہ ہوئی ہو، یا پیدا ہونے کے بعد مرگئی ہو) حصہ دار نہ ہوگی، بلکہ ان کی غیر موجودگی کی وجہ سے موجود ورثاء کے حصے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ''کتاب الام'' میں لکھتے ہیں:

''**وَكَانَ مَعْقُولًا عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ- صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- ثُمَّ فِيْ لِسَانِ الْعَرَبِ وَقَوْلِ عَوَامِّ أَهْلِ الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا أَنَّ امْرَأً لَا يَكُوْنُ مَوْرُوْثًا أَبَدًا حَتّٰى يَمُوْتَ، فَإِذَا مَاتَ كَانَ مَوْرُوْثًا وَأَنَّ الْأَحْيَاءَ خِلَافُ الْمَوْتٰى فَمَنْ وَرِثَ حَيًّا دَخَلَ عَلَيْهِ- وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ - خِلَافَ حُكْمِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحُكْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا: وَالنَّاسُ مَعَنَا بِهٰذَا لَمْ يَخْتَلِفْ فِيْ جُمْلَتِهِ**.''(۱۳)

''اور وہ امر جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ، پھر عربی زبان اور ہمارے وطن (مکہ معظمہ) کے اہلِ علم کے قول سے سمجھا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ کوئی شخص کبھی موروث (مورث) نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ مر نہ جائے۔ پھر جب وہ مرجائے گا تو موروث قرار دیا جائے گا۔ اور بلا شبہ زندہ کے احکام مردوں سے الگ ہیں، لہٰذا جو شخص کسی زندہ کو مورث قرار دیتا ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم میں مداخلت کرتا ہے، چنانچہ ہم اور ہمارے ساتھ سب لوگ اسی بات کے قائل ہیں اور اس میں سرے سے کسی کا اختلاف نہیں۔''

**دوسرا اصل**: ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے: یہ اصل انہی الفاظ میں قرآن مجید کی حسبِ ذیل آیتِ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے: ''**لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ**.''(۱۴)

**تیسرا اصل**: صلبی اولاد کی طرح دیگر رشتہ دار بھی وارث ہوتے ہیں، مثلاً: والدین، بیوی، شوہر، اور کلالہ (جس کے نہ والدین ہوں اور نہ اولاد) کی صورت میں بہن اور بھائی، یہ بات آیات المواریث میں صراحتاً بیان کی گئی ہے۔

**چوتھا اصل**: وارث اپنے مورث کا وارث ہوتا ہے، خواہ وہ صاحبِ اولاد ہو یا نہ ہو۔

اس اصل کا مفہوم یہ ہے کہ مرنے والے کے ورثاء اس میت کی میراث کے مطلقاً وارث

ہوتے ہیں، قطع نظر اس سے کہ وارث خود صاحبِ اولاد ہو یا نہ ہو۔ قرآن وحدیث میں ایسی کوئی قید نہیں، کہ اگر وارث صاحبِ اولاد ہوتو وہ وارث ہوگا اور اگر صاحبِ اولاد نہ ہوتو وارث نہیں ہوگا۔

## حوالہ جات


۱:- محمد بن إسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الفرائض، باب میراث ابنۃ الابن مع بنت، رقم الحدیث: ۶۷۳۶، جلد: ۸، ص: ۱۵۱۔

۲:- الخطابی، أبوسلیمان احمد ابن محمد، معالم السنن، شرح سنن أبی داؤد، (المطبعۃ العلمیۃ، حلب، ۱۳۵۱ھ) جلد: ۴، ص: ۹۴۔

۳:- محمد بن إسماعیل البخاری، ۱۴۲۲ھ، رقم الحدیث: ۶۷۴۱، جلد: ۸، ص: ۱۵۱ (دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)

۴:- السرخسی، المبسوط، ۱۴۱۴ھ، جلد: ۲۹، ص: ۲۰۔

۵:- الغرناطی، أبوالقاسم محمد بن أحمد، متوفی: ۷۴۱ھ، القوانین الفقہیۃ، جلد: ۱، ص: ۲۵۴۔

۶:- الماوردی، أبوالحسن علی بن محمد المزنی، الحاوی الکبیر فی فقہ مذہب الامام الشافعی، شرح مختصر المزنی (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۹ھ) جلد: ۸، ص: ۱۰۷۔

۷:- المقدسی، أبومحمد موفق الدین محمد بن قدامۃ الحنبلی، م: ۶۲۰ھ، الکافی فی فقہ الإمام أحمد، (دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۴ھ) جلد: ۲، ص: ۳۰۰۔

۸- الأنفال: ۸۔

۹:- دیکھئے: السرخسی، المبسوط، ۱۴۱۴ھ، جلد: ۴، ص: ۳-۸۔

۱۰:- ابن عابدین، رد المحتار، ۱۴۱۲ھ، جلد: ۶، ص: ۷۹۳۔

۱۱:- النساء: ۱۷۶۔

۱۲:- النساء: ۱۲۔

۱۳:- کتاب الأم، جلد: ۴، ص: ۷۸۔

۱۴:- النساء: ۱۷۶۔


(جاری ہے)